پروفیسر ڈاکٹر رؤف پاریکھ، کراچی

صحتِ زباں

چند الفاظ و مرکبات کا درست املا اور تلفظ

رشید حسن خاں کے بقول غلط نویسی دراصل خوش نویسی کی پیداوار ہے۔

راقم کا ذاتی تجربہ بھی یہی ہے۔ بعض کاتب یعنی خوش نویس اصل میں غلط نویس ہوتے ہیں اور بعض کاتب حضرات شوقِ اصلاح کے مارے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ بڑے اور معروف شعرا کو بھی بعض کاتب حضرات اصلاح دینے سے باز نہیں رہ سکے اور ان کے کلام میں تبدیلیاں کردیں۔ کاتبوں کی اِنھی چیرہ دستیوں سے تنگ آکر فارسی کے کسی شاعر نے کاتبوں کو چنگیز خاں سے بھی زیادہ ستم گر قرار دیتے ہوئے کہا تھا:

ہیچ از چنگیز خاں بر عالمِ صورت نرفت
آں ستم کز کاتباں بر عالمِ معنی رود

کتابت کا دور رفتہ رفتہ رخصت ہو رہا ہے اور اب اہل علم اور اہل قلم کو ''اصلاح دینے'' کا اہم فریضہ حروف کار حضرات یعنی کمپوزروں نے سنبھال لیا ہے۔ بعض پروف خواں یعنی پروف ریڈر حضرات بھی صحیح لکھے کو غلط سمجھ کر اپنی دانست میں ''درست'' کردیتے ہیں۔ لیکن یہ معمولی غلطیاں بسا اوقات سند بن جاتی ہیں اور بعض حضرات اسی بنیاد پر بحث و مباحثہ کرتے بھی پائے جاتے ہیں کہ ''فلاں کتاب یا فلاں اخبار میں یوں چھپا ہوا ہے''۔ بعض حضرات کسی کتاب کو پیش کر کے یہ دلیل بھی دیتے ہیں کہ اس لفظ کو غالبؔ نے یا میر نے یوں لکھا ہے۔ حالانکہ یہ بات تو قلمی نسخہ دیکھ کر ہی کہی جاسکتی ہے کہ غالبؔ یا میرؔ نے کیسے لکھا تھا۔ کیونکہ مطبوعہ نسخہ کبھی کبھی ادیب یا شاعر کی بجائے کاتب کی املائی ترجیحات کا عکاس ہوتا ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اغلاط کاتب کی لغزشِ قلم یا لکھنے والے کی کم علمی کا نتیجہ ہوتی ہیں اور کبھی لکھنے والے بعض الفاظ و تراکیب کو استعمال کرتے ہوئے رائج اور عام طور پر درست سمجھے جانے والے املا کو لکھنا بہتر سمجھتے ہیں۔ آج ایسے ہی چند الفاظ اور تراکیب کا ذکر مقصود ہے جو تحریر و تقریر میں اکثر غلط استعمال کیے جاتے ہیں لیکن کثرتِ استعمال کے سبب بعض لوگ انھیں درست سمجھتے ہیں۔

☆ معرکہ آرا یا معرکۃ الآرا؟

آج کل بعض مرکبات کا اتنا غلط املا رائج ہوگیا ہے کہ درست املا لکھنے پر بعض دوستوں کی طرف سے اعتراض بلکہ احتجاج کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسے ہی مرکبات میں ''معرکہ آرا'' کا غلط املا بھی شامل ہے۔ اسے عام طور پر ''معرکۃ الآرا'' لکھا جاتا ہے۔

بعض حضرات کسی کتاب کو پیش کر کے یہ دلیل بھی دیتے ہیں کہ اس لفظ کو غالبؔ نے یا میرؔ نے یوں لکھا ہے۔ حالانکہ یہ بات تو قلمی نسخہ دیکھ کر ہی کہی جاسکتی ہے کہ غالبؔ یا میرؔ نے کیسے لکھا تھا، کیونکہ مطبوعہ نسخہ کبھی کبھی ادیب یا شاعر کی بجائے کاتب کی املائی ترجیحات کا عکاس ہوتا ہے

''معرکہ آرا'' میں ''معرکہ'' کا لفظ عربی اور ''آرا'' کا لفظ فارسی ہے۔ یہاں ''آرا'' اردو کا وہ آرا نہیں ہے جو لکڑی وغیرہ کاٹنے کے کام آتا ہے اور جس کی تصغیر و تانیث آری ہے۔ نہ یہ عربی کا آرا (یعنی رائے کی جمع، بہت سی رائیں) ہے۔ بلکہ یہ دراصل فارسی کے مصدر ''آراستن'' سے ہے۔ آراستن کے معنی ہیں سجانا، سنوارنا۔ اسی سے آراستہ کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں سجا ہوا۔ یہی فارسی کا آرا کسی اور لفظ کے ساتھ بطور لاحقہ مل کر اُس میں اسمِ فاعل کے معنی پیدا کردیتا ہے اور جو معنی دیتا ہے وہ یہ ہیں: جو سجائے یا جس سے کوئی چیز سج جائے، یعنی سجانے والا، زینت دینے والا۔ اردو لغت بورڈ کی لغت ''اردو لغت (تاریخی اصول پر)'' کے مطابق آرا کے ایک معنی ''برپا کرنے والا'' بھی ہیں۔ اس مفہوم میں فارسی لفظ آرا مرکبات میں بھی مستعمل ہے۔ وحید الدین سلیم نے اپنی کتاب ''وضعِ اصطلاحات'' میں آرا کے لاحقے کے ساتھ جو تراکیب درج کی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں: انجمن آرا، جہاں آرا، صف آرا، گیتی آرا، بزم آرا، جلوہ آرا، معرکہ آرا۔ اسی طرح عالم آرا، فتنہ آرا، محفل آرا اور حسن آرا وغیرہ کی تراکیب بھی اردو میں استعمال ہوتی ہیں۔ سریر آرا بھی اردو میں رائج ہے۔ سریر عربی کا لفظ ہے اور اس کے معنی ہیں تخت۔ اسی لیے جب یہ لکھنا ہوتا کہ فلاں بادشاہ تخت نشین ہوا تو لکھتے کہ سریر آرا ہوا یعنی اس کے بیٹھنے سے تخت سج گیا (یہ غالباً سرکاری پریس نوٹ ہوتا ہوگا)۔

اسی آراستن سے ''آرائی'' بھی ہے یعنی سجانے کا عمل، یا برپا کرنے کا عمل۔ اس سے بھی تراکیب بنیں جیسے بزم آرائی، جلوہ آرائی، معرکہ آرائی۔ اور ہنگامہ آرائی تو اب بہت عام ہے۔ قومی اسمبلی میں بھی ہوتی ہے۔

عربی کے لفظ ''معرکہ'' کے معنی ہیں جنگ، لڑائی، جھگڑا۔ معرکہ میدان اور میدانِ جنگ کے معنی میں بھی آتا ہے اور اس کا ایک مفہوم اردو میں ہنگامہ یا بھیڑ بھاڑ اور دھوم دھام بھی ہے۔ یہ اختلاف یا قضیے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ گویا معرکہ آرا کے لفظی معنی تو ہوئے جنگ (کا سامان) سجانے والا، جنگ آور، صف آرا، جنگ برپا کرنے والا۔ معرکہ آرا ہونا کے معنی ہیں جنگ کرنا، جنگ برپا کرنا، مقابلہ کرنا۔ اقبال نے بانگِ درا میں شامل اپنی نظم ''شکوہ'' کے چھٹے بند میں کہا ہے:

تھے ہمیں ایک ترے معرکہ آراؤں میں
خشکیوں میں کبھی لڑتے کبھی دریاؤں میں

یہاں معرکہ آرا ہونے سے اقبال کی مراد جنگ کرنے سے ہے۔ معرکہ آرا کے ایک مُرادی یا مَجازی معنی بھی ہیں اور وہ ہیں: زبردست، پُر زور، غیر معمولی۔ کوئی مضمون یا تقریر بہت زوردار ہو تو کہتے ہیں معرکہ آرا مضمون یا معرکہ آرا تقریر ہے۔ لیکن اس ترکیب کا غلط املا ''معرکۃ الآرا'' لکھا جاتا ہے حالانکہ ''معرکۃ الآرا'' یہاں بے معنی اور بے محل کیونکہ اس کے معنی ہوں گے آرا کی جنگ۔ جب کہتے ہیں کہ فلاں صاحب نے فلاں رسالے میں ایک معرکہ آرا مضمون لکھا تو اس سے ہماری مراد ہوتی ہے کہ ''انھوں نے زبردست مضمون لکھا''۔ اسی لیے معرکۃ الآرا غلط ہے اگرچہ اس طرح بعض لوگ لکھتے ہیں۔ لیکن قیوم ملک نے اپنی کتاب ''اردو میں عربی الفاظ کا تلفظ'' میں لکھا ہے کہ صحیح ترکیب معرکہ آرا ہے اور معرکۃ الآرا مہمل ترکیب ہے۔ جو لوگ معرکۃ الآرا لکھنے پر مصر ہیں انھیں یہ غور کرنا چاہیے کہ ''آرا'' جو فارسی کا لفظ ہے اس سے پہلے عربی کا حرفِ تخصیص ''ال'' کیسے آسکتا ہے؟

کچھ عرصے قبل ایک یونی ورسٹی کے تحقیقی جریدے

وحیدالدین سلیم نے اپنی کتاب ''وضعِ اصطلاحات'' میں آرا کے لاحقے کے ساتھ جو تراکیب درج کی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں: انجمن آرا، جہاں آرا، صف آرا، گیتی آرا، بزم آرا، جلوہ آرا، معرکہ آرا۔ اسی طرح عالم آرا، فتنہ آرا، محفل آرا اور حسن آرا وغیرہ کی تراکیب بھی اردو میں استعمال ہوتی ہیں

میں ایک ''تحقیقی'' مقالے میں ''معرکۃ الآرا'' لکھا دیکھ کر راقم نے اپنے انگریزی کالم میں اس طرف توجہ مبذول کرائی۔ اس پر رسالے کے مدیر صاحب نے ایک تند و تیز مراسلہ اخبار کے مدیر کے نام لکھا جس میں دفاع کرتے ہوئے کہا گیا تھا کہ معرکۃ الآرا دراصل ''آرا کا معرکہ'' ہے۔ لہٰذا معرکۃ الآرا بالکل درست ہے۔ اگر وہ یہ جواز پیش کرتے کہ چونکہ اردو میں یہ املا یعنی معرکۃ الآرا بھی خاصے زمانے سے لکھا جارہا ہے اور بعض بڑے لکھنے والوں نے بھی یہ املا استعمال کیا ہے لہٰذا یہ ''غلط العام فصیح'' کے ذیل میں آسکتا ہے تو پھر بھی کوئی بات تھی۔ لیکن جو توجیہ انھوں نے پیش کی وہ ناقابلِ قبول ہے کیونکہ یہاں معرکہ آرا کو ہم صفت (adjective) کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ لیکن اگر معرکۃ الآرا، بقول ان کے، آرا کی جنگ ہے تو یہ مرکب اضافی ٹھہرتا ہے اور صفت کی بجائے مرکبِ اضافی کا استعمال نرم لفظوں میں مضحکہ خیز ہی کہلائے گا۔ کیونکہ اس طرح اس جملے ''انھوں نے معرکۃ الآرا مضمون لکھا'' کا مطلب ہوگا ''انھوں نے آرا کی جنگ مضمون لکھا''، جو یقیناً بہت عجیب ہے۔ دراصل ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ انھوں نے ایک ''زوردار'' مضمون لکھا۔ اور ''زوردار'' صفت ہے، نہ کہ مرکبِ اضافی۔

لیکن جب یونی ورسٹی کے پروفیسر حضرات کٹ حجتی پر اتر آئیں اور تحقیقی مجلّے میں ایسی غلط زبان لکھ کر اس کا مضحکہ خیز دفاع کریں تو سمجھ لینا چاہیے کہ اب اردو پر پیمبری وقت آپڑا ہے۔

☆عوام: مذکر یا مونث؟

اب ریڈیو اور ٹی وی کے تلفظ اور صحتِ زباں کا جو عالم ہے اسے دیکھ کر خیال آتا ہے کہ ان اداروں کے کرتا دھرتا چنگیز خاں اور ہلاکو سے زیادہ ستم گر بلکہ کاتب حضرات سے بھی دو ہاتھ آگے ہیں۔ نہ ہوا زیڈ اے بخاری کا دور، آج اگر وہ حسب سابق کسی نشریاتی ادارے میں اعلیٰ عہدے پر ہوتے تو شاید زیادہ تر پروگرام نشر ہی نہ ہوسکتے۔ مثال کے طور پر اب ٹی وی کے بیش تر چینل لفظ ''عوام'' کو مذکر اور جمع کی بجائے مونث اور واحد بولتے ہیں یعنی ''عوام سوچ رہے ہیں'' کی بجائے ''عوام سوچ رہی ہے''۔ ان کی دیکھا دیکھی اب اخبارات بھی اسی طرح لکھنے لگے ہیں۔ کوئی ان سے پوچھے کہ اس کی کیا سند ہے؟ اردو کی تمام لغات کے مطابق عوام جمع ہے اور مذکر ہے۔ گویا ''عوام سوچ رہی ہے'' یا ''کہہ رہی ہے'' لکھنا یا بولنا بالکل غلط ہے۔ درست یوں ہوگا: ''عوام سوچ رہے ہیں'' یا ''عوام کہہ رہے ہیں''۔

☆اسامی یا آسامی؟

اخبارات میں ملازمتوں کے اشتہار میں اکثر لکھا ہوتا ہے ''آسامیاں خالی ہیں''۔ حالانکہ آسامی غلط املا ہے۔ درست املا اسامی ہے۔ اسامی عربی لفظ ہے اور قیوم ملک نے

ایک غلط تلفظ جواب بہت عام ہو چلا ہے وہ ''سَیّاحت'' ہے۔ عربی کے لفظ ''سِیاحَت'' میں تشدید بالکل نہیں ہے۔ نہ اس میں سین کے اوپر زبر ہے۔ اس میں سین کے نیچے زیر ہے۔ اس لیے اسے ''سَیّاحت'' بولنا قطعاً غلط ہے۔ یہ ''سِیاسَت'' کے وزن پر ہے

اپنی کتاب ''اردو میں عربی الفاظ کا تلفظ'' میں لکھا ہے کہ ''اسامی'' لفظ ''اسم'' کی جمع الجمع ہے۔ اسم کی جمع اسماء ہے۔ اردو میں اسامی جب واحد کے معنی میں آتا ہے تو اس کے کئی معنی ہوسکتے ہیں، مثلاً کسان یا کاشت کار۔ وکیلوں کی اصطلاح میں جس کے خلاف عدالت میں فریاد یا شکایت کی جائے وہ اسامی ہے نیز موکل یعنی جس کی عدالت میں وکیل پیروی کرے اسے بھی اسامی کہتے ہیں۔ جس کو لُوٹنا ہو یا ٹھگنا ہو اس کو بھی اسامی کہا جاتا ہے، جیسے: موٹی اسامی ہے۔

لیکن ملازمت کے اشتہار میں اسامی کیوں لکھا جاتا ہے؟ اس لیے کہ اسامی کے ایک معنی ہیں عہدہ، ملازمت کی جگہ، خدمت۔ انگریزی میں اسے post یا position کہہ لیجیے۔ عربی کے لحاظ سے اسامی جمع ہے لیکن اردو میں ایسے مواقع پر اسامی کا لفظ بطور واحد ہی استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کی جمع اردو کے قاعدے سے اسامیاں بن گئی۔ گویا درست فقرہ ہوگا: اسامیاں خالی ہیں نا کہ آسامیاں خالی ہیں۔

☆براہِ مہربانی یا برائے مہربانی؟

براہِ مہربانی کے لفظی معنی ہیں ''مہربانی کی راہ سے''۔ اسی لیے اس کو ''از راہِ مہربانی'' (یعنی مہربانی کی راہ سے) بھی لکھا جاتا ہے۔ اسی طرح ''از راہِ کرم'' (یعنی کرم کی راہ سے) کی ترکیب بھی مستعمل ہے۔ گویا درست ترکیب ہے براہِ مہربانی۔ لیکن آج کل لوگ بالعموم ''برائے مہربانی'' بولتے اور لکھتے ہیں۔ یہ درست نہیں ہے۔ ''براہِ مہربانی'' یا ''مہربانی فرما کر'' لکھنا چاہیے۔

امید ہے کہ آپ براہِ مہربانی آئندہ ''براہِ مہربانی'' لکھا کریں گے نہ کہ برائے مہربانی۔

☆''کا شکریہ'' یا ''کے لیے شکریہ''؟

ایک اور بدعت جو زبان کے معاملے میں جائز تصور کر لی گئی ہے وہ انگریزی محاورے یا روزمرہ کا لفظی اردو ترجمہ ہے۔ مثلاً اردو میں جب کسی چیز یا کام کا شکریہ ادا کرنا ہو تو کہا جاتا ہے ''کا شکریہ''۔ جیسے کتاب کا شکریہ، تشریف لانے کا شکریہ، انتظار کرنے کا شکریہ۔ لیکن اب ہم ٹی وی پر بھی اور عام گفتگو میں بھی کچھ اس طرح کے جملے سنتے ہیں کہ ''کتاب کے لیے شکریہ'' یا ''انتظار کرنے کے لیے شکریہ''۔ اردو روزمرہ کے لحاظ سے یہ بالکل غلط ہے اور غالباً انگریزی کی ترکیب Thank you for کا لفظی ترجمہ ہے جو اردو میں بہت بھونڈا معلوم ہوتا ہے۔ صحیح استعمال ہوگا ''کا'' شکریہ۔ بہرحال، اس تحریر کو یہاں تک پڑھنے ''کا'' شکریہ۔

☆پروا یا پرواہ؟

فارسی میں ایک لفظ ہے ''پروا'' اور انھی معنوں میں آتا ہے جن معنوں میں اردو میں رائج ہے یعنی کسی بات کا لحاظ، خیال، دھیان، فکر، توجہ وغیرہ۔ لیکن نجانے کیوں اس کے آخر میں ایک ''ہ'' کا اضافہ کردیا جاتا ہے۔ صحیح املا ہے ''پروا''۔ اس کو ''پرواہ'' لکھنا یا بولنا بالکل غلط ہے اور اگر آپ درست املا کی ذرا بھی ''پروا'' کرتے ہیں تو پھر اس سے بنے ہوئے ایک اور لفظ یعنی ''پروائی'' میں بھی ''ہ'' نہ لکھا کیجیے۔ کیونکہ لاپروائی کو ''لاپرواہی'' لکھنا ایک طرح کی ''لاپروائی'' اور غلطی ہے۔ پروا، بے پروا، لاپروا، بے پروائی اور لاپروائی میں سے کسی میں بھی ''ہ'' نہیں ہے۔

☆الحاج یعنی چہ؟

بعض لوگ یہ سمجھتے کہ جوایک حج کرے وہ ''حاجی'' ہےاور جوایک سے زیادہ حج کرے وہ 'الحاج'' ہے۔اسی لیے بعض حضرات جب دوسرا حج کر کے آتے ہیں تو اس کا اعلان یوں کرتے ہیں کہ اپنے نام سے پہلے حاجی کی بجاے الحاج لکھنے لگتے ہیں۔خدا جانے یہ بے بنیاد بات کیسے مشہور ہوگئی کیونکہ ''ال'' تو محض عربی کا حرفِ تخصیص ہے جو کسی اسم کے ساتھ لگایا جاسکتا ہے، جیسے الکتاب۔حج کرنے والے کو عربی میں ''حاج'' کہتے ہیں۔حاج کی جمع حُجّاج ہے(حے پر پیش اور جیم پر تشدید)یعنی حج کرنے والے لوگ۔قیوم ملک نے اپنی کتاب ''اردو میں عربی الفاظ کا تلفظ'' میں ''حاجی'' کے عنوان کے تحت لکھا ہے''عربی میں حاج''،الحاج۔بول چال میں عرب لوگ حاجی بھی کہہ لیتے ہیں۔''(ص۱۵۹)۔

حاج کے ساتھ ''ال'' لگانے سے الحاج بن گیا۔
اس میں ''ایک سے زیادہ حج'' کامفہوم یاروں نے کیسے نکال لیا یہ آج تک سمجھ میں نہیں آیا۔اردو والوں نے ''حاج'' کو''حاجی'' ہی بنادیا ہے۔چلیے یہاں تک تو درست ہے۔لیکن حاج یا الحاج یا حاجی کامفہوم ہے: جس نے حج کیا ہو(چاہے ایک حج کیا ہو یا زیادہ)۔لہٰذا کئی بار حج کرنے والے حاجی صاحبان یعنی حجاجِ کرام سے درخواست ہے کہ خود کو الحاج لکھیں بھی تو اسے ''جس نے حج کیا ہو'' کے معنی میں سمجھیں،نہ کہ ''بہت سارے حج کرنے والا'' کے مفہوم میں۔اگر انھوں نے ایسا کیا تو بقول غالب:

حج کا ثواب نذر کروں گا حضور کی

☆دیہات یا دیہاتوں؟

عربی میں ایک لفظ ہے ''دیہہ''۔اس کے معنی ہیں گاؤں،بستی۔جمع ہے اس کی ''دیہات''۔شان الحق حقی صاحب کی فرہنگ تلفظ کے مطابق دیہہ کا ایک املا ''دِہ'' بھی ہے۔اسی طرح اس کی جمع دیہات اور دِہات دونوں طرح سے درست ہے۔لیکن اس کی جمع ''دیہات'' کی بجاے ''دیہاتوں'' بھی استعمال ہورہی ہے،مثلاً ''دیہاتوں'' میں بڑے مسائل ہیں، جو درست نہیں ہے۔یہاں ''دیہات'' کافی ہے۔

گویا جب یہ کہنا ہو کہ ہمارے گاؤں میں تو بجلی نہیں آئی لیکن آس پاس کے سارے گاؤں میں آگئی ہے تو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے ''دیہہ'' میں تو بجلی نہیں آئی لیکن آس پاس کے سارے ''دیہات'' میں آگئی ہے۔یہاں دیہات کی جگہ دیہاتوں بولنا یا لکھنا غلط ہوگا کیونکہ دیہات تو خود جمع ہے،اس کی اردو کے قاعدے سے مزید جمع بنانا بے تکی بات ہے۔بالکل اسی طرح جیسے ''خیال'' کی جمع خیالات بناتے ہیں تو پھر یوں نہیں کہتے کہ خیالاتوں میں کھویا ہوا ہے، بلکہ خیالات میں کھویا ہوا ہے یا خیالوں میں کھویا ہوا ہے بولتے ہیں۔لیکن اس کا کیا علاج کہ اب ''لفظ'' کی جمع الفاظ کی بھی مزید جمع یعنی ''الفاظوں'' بنائی جارہی ہے۔یوں کہنا چاہیے کہ مثلاً ''چند لفظوں میں'' یا یوں کہیے کہ ''چند الفاظ میں''۔''الفاظوں میں'' بولنا یا لکھنا بالکل غلط ہے۔جیسے بعض لوگ بے خیالی یا لاعلمی میں عالم کی جمع یعنی علما کی بھی مزید جمع بنا کر اردو میں ''علماؤں'' بھی بولتے ہیں۔یہ غلط ہے۔اسی طرح ''دیہات میں'' کہنا کافی ہے،''دیہاتوں میں'' لکھنا یا بولنا غلط ہے۔

اردو میں لفظوں کو ملا کر لکھنے کا جور.حجان ہے اس سے بسا اوقات تلفظ میں بڑی گڑبڑ پیدا ہوجاتی ہے اور اسی لیے رشید حسن خان اور بعض دیگر علماے زبان لفظوں کو توڑ کر لکھنے کے قائل ہیں۔مثلاً مجنوں گورکھ پوری کو جب ملا کر مجنوں گورکھپوری لکھا جاتا ہے تو بچے گورکو الگ اور کھپوری کو الگ پڑھتے ہیں

☆سِیاحَت یا سَیّاحت؟

ایک غلط تلفظ جو اب بہت عام ہوچلا ہے وہ ''سَیّاحت'' ہے۔عربی کے لفظ ''سِیاحَت'' میں تشدید بالکل نہیں ہے۔نہ اس میں سین کے اوپر زبر ہے۔اس میں سین کے نیچے زیر ہے۔اس لیے اسے ''سَیّاحت'' بولنا قطعاً غلط ہے۔یہ ''سِیاسَت'' کے وزن پر ہے۔جو بہت سِیاسَت کرے اسے عربی کے قاعدے سے ''سَیّاس'' کہیں گے۔اور جو بہت سِیاحَت کرے اسے ''سَیّاح''(سین پر زبر اور ''ی'' پر تشدید کے ساتھ) کہتے ہیں۔یعنی سَیّاح میں تو تشدید ہے لیکن سِیاحت میں بالکل نہیں ہے۔اسی طرح سَیّاح کے سین پر زبر ہے لیکن سِیاحَت کے سین کے نیچے زیر ہے۔سَیّاح میں تشدید اور زبر کی وجہ سے سِیاحَت میں بھی زبر اور تشدید لگادی جاتی ہے مگر لفظوں کے ساتھ یہ تشدد ٹھیک نہیں ہے۔

☆دست کاری یا دس تکاری؟

تلفظ کی بات چلی ہے تو یاد آیا کہ اردو میں لفظوں کو ملا کر لکھنے کا جور.حجان ہے اس سے بسا اوقات تلفظ میں بڑی گڑبڑ پیدا ہوجاتی ہے اور اسی لیے رشید حسن خان اور بعض دیگر علماے زبان لفظوں کو توڑ کر لکھنے کے قائل ہیں۔مثلاً مجنوں گورکھ پوری کو جب ملا کر مجنوں گورکھپوری لکھا جاتا ہے تو بچے گورکو الگ اور کھپوری کو الگ پڑھتے ہیں۔اسی طرح دست کاری کو جب ملا کر دستکاری لکھا جاتا ہے تو بچے اس میں دس کو الگ اور تکاری کو الگ پڑھتے ہیں۔

بچے تو خیر بچے ہیں لیکن اب ٹی وی پر خبریں پڑھنے والے بھی اسے ''دس تکاری'' ہی بولتے ہیں۔کل کو کوئی پوچھ لے گا کہ بھئی دس ہی کیوں؟ بیس تکاری کیوں نہیں؟ تو اس کا کیا جواب ہوگا؟ کیونکہ انھیں علم ہی نہیں کہ دست فارسی میں ہاتھ کو کہتے ہیں اور دست کاری کے معنی ہیں ہاتھ کا کام۔بہتر یہ ہوگا کہ اب ایسے الفاظ کو توڑ کر یعنی گورکھ پور، دست کار اور دست کاری وغیرہ لکھا جائے۔

☆دست گیر یا دس تگیر؟

اسی طرح کراچی میں ایک علاقہ ہے دست گیر کالونی جس کا نام اب مختصر ہوکر صرف دست گیر ہوگیا ہے۔لیکن کراچی میں شاید ہی کوئی اسے ''دست گیر'' بولتا ہو کیونکہ اسے عام طور پر ملا کر یعنی دستگیر لکھا جاتا ہے اور اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ بھی اسے ''دس تگیر'' پڑھتے ہیں۔یہاں بھی فارسی کا دست یعنی ہاتھ ہے اور ''گیر'' فارسی کے مصدر گرفتن یعنی پکڑنا سے ہے، گیر کا مطلب ہے پکڑنے والا۔گویا دست گیر کے معنی ہیں ہاتھ پکڑنے والا۔مرادی یا مجازی معنی ہیں مددگار، حامی و ناصر۔اللہ تعالی کو بھی کہتے ہیں۔دعا ہے کہ اللہ آپ کی دست گیری کرے اور آپ لفظوں کا درست تلفظ ادا کیا کریں۔

☆غیظ یا غیض؟

غیظ عربی کا لفظ ہے اور قرآن شریف میں بھی آیا ہے اور اسی املے یعنی ظوے (ظ) کے ساتھ آیا ہے۔اس کے معنی ہیں غصہ،قہر۔اسے ''ظ'' کی بجاے ''ض'' سے یعنی غیض لکھنا بالکل غلط ہے۔درست املا ہے: غیظ۔اسی طرح ترکیب کا درست املا ہے ''غیظ وغضب''، نا کہ غیض وغضب۔

☆☆☆